حقیقتِ اسلام

آیۃ اللہ العظمٰی سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

''اسلام'' گویا ایک ''خواب'' تھا جسے ''کثرتِ تعبیر'' نے پریشان بنا دیا۔ کوئی کہتا ہے کہ اسلام فقط کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا نام ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص شہادتین کا اقرار کرتا ہو اور ان عبادات کا پابند ہو تو وہ سچّا مسلمان ہے، چاہے اپنے اخلاق میں وہ کتنا ہی پست اور دوسروں سے معاملات میں کتنا ہی کھوٹا کیوں نہ ہو۔ اسلام کی اسی تعبیر کی بناء پر آج مردم شماری کی بنیاد ہے اور میں بھی اسلام کے رسمی احکام کے لحاظ سے اسے مان لوں گا مگر یاد رکھنا چاہئے کہ قانونی طور پر مسلمانوں کے خانہ میں نام درج ہو جانا اور چیز ہے اور حقیقی مسلمان ہونا دوسری چیز ہے۔ کیا ایسے ہی مسلمان وہ ہوسکتے ہیں کہ جنہیں خدا نے دنیا کی آبادی کا ذریعہ قرار دیا ہے اور ان ہی لوگوں سے وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ (تم سب سے بلند رہو گے) کا وعدہ پورا ہوسکتا ہے اور یہی وہ ہیں جو زمین کے حاکم اور مالک بنائے جاسکیں؟

اس خیال کا ردِّ عمل یہ تھا کہ بعض لوگوں کو اس کا احساس شدید پیدا ہوگیا کہ یہ چیزیں اسلام کی بنیاد اساسی نہیں ہوسکتیں۔ انہوں نے اسلام کی تفسیر ''غلبہ و اقتدار'' سے کر لی اور ذوق جہانبانی و شوقِ حکمرانی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا اور نظامِ عسکریت کو اس کا اصل اصول قرار دیا مگر کیا یہ اسلام کی صحیح تفسیر ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر اسے صحیح مانا جائے تو بڑے بڑے ظالم سلاطین جنہیں یہ ذوق ملک گیری بہت شدید تھا سچّے مسلمان سمجھے جائیں۔

مسلمان کا نام محدود ہو جائے نپولین تیمور اور نادر میں اور آج ہٹلر اور مسولینی سب سے بڑے مسلمان ہوں مگر کیا ''اسلام'' کی پاکدامنی اور صلح پسندی اس تعبیر کی متحمّل ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

کیا ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں میں، مسجد کی محرابوں میں بازار تجارت میں سچے مسلمانوں کا وجود نہیں ہوسکتا۔ کیا رسول اللہ کی مسجد کے اصحاب صفہ اور سلمان، ابوذر کے ایسے لوگ جو میدانِ جنگ کے شہسوار نہیں تھے۔ اسلام سے محروم سمجھے جائیں گے۔

کیا بے موقع اور بے محل اقدام جنگ بھی اسلام کی حقیقی روح ہوگا، اور کیا زمانۂ امن و صلح میں بھی نظام عسکری ہی مذہب کا مستقل آئین سمجھا جائے گا۔

کچھ لوگوں نے اس کے ساتھ اطاعت حاکم اور ذوق انقیاد کو بڑی چیز سمجھا اور اسے اسلام کے اصول میں خاص اہمیّت دے دی۔

مگر کیا ہر حاکم کی اطاعت اسلام کا مقصد ہوسکتا ہے اور ہر ایک کے سامنے سر جھکا دینا اس کا نصب العین بن سکتا ہے؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ ان تمام لوگوں نے اسلام کے وسیع و مکمّل مفہوم میں سے ایک ایک جزو لے لیا ہے اور اسی کو سب کچھ قرار دے کر حد سے بڑھا دیا ہے۔

''حقیقت اسلام'' ایک بلند اور کامل نصب العین ہے جس میں کلمہ، نماز، اور روزہ، حج اور زکوٰۃ بھی داخل ہیں۔ بلند مقاصد کی حفاظت کے لئے سرفروشی و جانبازی بھی اس کا ایک جزو ہے نظام عسکری بھی ان مقاصد کے تحفّظ کے لئے ضروری ہے اور اطاعت حاکم بھی ان اصولوں کے ماتحت جو حقائق اسلامی کے محافظ ہوں ضروری قرار دی گئی ہے اور اس کے علاوہ بہت سے وہ شعبے ہیں جو مذکورہ حدود میں داخل نہیں ہوتے۔

''اسلام مجموعہ ہے عقاید اور اعمال کا۔ عقائد وہ جو عمل کا احساس پیدا کرنے والے ہیں، اعمال وہ جو عقیدہ پر چلا کرنے والے ہیں، عقائد وہ جو تمام خلائق کے مقابلہ میں خودداری اور خود اعتمادی پیدا کرنے والے، اعمال وہ جو دنیا کی شیرازہ بندی کرنے والے اور اجتماعی نظام کو قوت پہنچانے والے عقاید وہ جو اصلاح کی دعوت دینے والے، اعمال وہ جو اصلاح کے مقصد کی تکمیل کرنے والے ہیں۔ اسلام کی حقیقت کے لئے اگر ہم ایک جامع لفظ تلاش کرنا چاہیں تو وہ صرف ''فرض شناسی'' ہے۔ اسی کو وسعت دیجئے تو عقاید اور اعمال کی پوری دنیا آجائے۔

تمام عقاید اسی فرض شناسی کے جذبہ کو بیدار کرنے والے اور تمام اعمال اسی فرض شناسی کے خارجی مظاہرے ہیں۔

اسی فرض شناسی میں حقوق اللہ داخل ہیں۔ اسی میں حقوق الناس اسی میں اچھائیوں کی پابندی مضمر ہے۔ اسی میں برائیوں سے علٰحدگی۔

اسی میں حاکم کی اطاعت درج ہے اور اسی میں نظام اجتماعی کا استحکام اور مرکز کا متحد ہونا بھی مشترک فرائض کی تکمیل کی ایک لازمی شرط ہے۔

یہ خیال کرنا کہ اسلام بس کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں مکمّل ہوجاتا ہے درست نہیں ہے۔ آخر سچائی، انصاف، امانتداری، حفاظت شناسی کا بھی تو کوئی درجہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی تو کوئی چیز ہے۔

اسی طرح یہ سمجھنا کہ اسلام بس غلبہ و اقتدار اور نظام عسکری کی تکمیل کا نام ہے، یہ بھی غلط ہے اس کے ساتھ رحم و کرم مواسات وایثار اور خدا کی بندگی کے انفرادی فرائض اور حقوق خلق کا لحاظ بھی تو ضروری ہے۔

وہ مسلمان کیا کریں جنہیں ناسازگار فضا میں رہنا ہو جہاں حصولِ اقتدار کا کوئی موقع نہ ہو اور نظامِ عسکری کا وجود نہ ہوسکے۔ کیا یہ لوگ اپنے تئیں مسلمان نہ سمجھیں، اس لئے کہ اسلام کی طرف سے اب ان کے لیے کوئی نصب العین باقی نہیں رہا۔

وہ مسلمان جو تقسیم عمل کی بنا پر دوسرے اقتصادی اور عملی کام انجام دیتے ہیں اور فوجی نظام میں داخل نہیں ہوسکتے۔ کیا وہ اپنے تئیں حقیقت اسلام سے بیگانہ سمجھ لیں اور کیا جس وقت مستقل امن قائم ہوجائے اور نظام عسکری کی ضرورت باقی نہ رہے اس وقت کے لئے اسلام کا کوئی نظام نہیں ہے اور کیا اس وقت خود اسلام کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حاکم کی اطاعت فرض ہے مگر بڑا غلط خیال ہے یہ کہ مسلمانوں کا ہر بادشاہ امام اور اس کی اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مسلمانوں کے بادشاہوں میں ایسے اشخاص بھی ہوسکتے ہیں۔ جو قرآنی تعلیمات کے خلاف احکام نافذ کریں۔ ایسے

بادشاہ بھی ہوسکتے ہیں، جو قرآن کو فراموش کردینا چاہیں بلکہ ایسے بادشاہ بھی ہوسکتے ہیں جو خدا پرستی کے بجائے عملی طور سے اپنی پرستش کی طرف دعوت دیں۔ کیا ایسے بادشاہوں کی اطاعت خدا کی طرف سے فرض ہوگی؟ کیا اسلامی بادشاہ اگر نمرودیّت فرعونیّت اور شدادیّت کا مجسّمہ بن جائیں تب بھی سچے مسلمان ان کی اطاعت کو ضروری سمجھیں اور کیا ابراہمیّت اور موسویّت کی طاقتوں کو اس وقت محوِ خواب ہی رہنا چاہیئے؟

اس صورت میں تو اسلام کا دنیا میں کوئی نصب العین اور مقصد ہی باقی نہیں رہ سکتا۔ وہ نام ہوگا مختلف بادشاہوں کی متضاد سیاستوں کا جو زمانہ کی رفتار کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں اور جس میں ہر ظلم، ناانصافی، بے باکی اور غلط کاری کی گنجائش ہے۔

اگر حقیقت اسلام ان میں سے ہر ایک کی اطاعت کا نام ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ بسا اوقات اسلام نام ہوگا۔ سفاّکی کا، ظلم کا، قتل وغارت کا، ہوس رانی کا، اور نہ معلوم کاہے کاہے کا۔ جن باتوں پر انسانیت نفرین کرتی ہے اور تمدن و تہذیب جنہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مرکز کو مضبوط کرنا نظام اجتماعی کے لئے یقیناً ضروری ہے مگر مرکز کے انتخاب میں بڑی سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے اگر مرکزی نقطہ کی تعیین میں غلطی ہوگی تو پورا دائرہ اجتماعی غلط ہوجائے گا اور اسلام کا تمام نظام اپنے محور سے ہٹ جائے گا۔

ایک مجلس قانون ساز کو مرکزی حقوق کے سپرد کردینا اسی وقت صحیح رہنمائی کا ضامن ہوسکتا ہے جب اس کے افراد ہوا و ہوس، خواہشِ نام ونمود، بیجا ضد اور بے محل حفاظتِ وقار کے جذبات سے بالاتر ہوں، ورنہ دنیا میں بہت سی مجلسیں بنتی ہیں جو اشخاص کے ذاتی اقتدار کا آلۂ کار رہتی ہیں اور جمہور کو دھوکا دے کر ان کے سر پر مسلّط رہتی اور ان کو نفع کے بجائے نقصان پہنچاتی ہیں۔

مرکز کی شخصی یا مجلسی مطلق العنانی کا سدِّ باب قرآن کے ذریعہ سے ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن خود تعبیرات کا پابند ہے۔ اس لئے مرکز یا مجلس قانون ساز جیسی چاہے گا ویسی اس کی تعبیر کردے گا۔ چاہے یقیناً وہ صحیح ہو یا غلط۔ جب تک مرکز خود ایسا نہ ہو جو تعلیمات اسلامی کی روح کا محافظ ہو اس وقت تک قرآنی دستور العمل بالکل ناکافی ہے۔

اس وقت ہم آپ کے سامنے اسلام کے اصول اور فروع کے متعلق ایک واضح بیان پیش کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے اس سے آپ کو حقیقت اسلام کا سراغ مل سکے۔

اصولِ دین

اسلامِ حقیقی کے اصول حسب ذیل ہیں۔

۱۔توحید ۲۔عدل ۳۔نبوت ۴۔امامت ۵۔معاد

توحید

یہ اصل اصول اور بنیاد اساسی ہے۔ اس میں تمام عالم انسانیت کو ایک مشترکہ نقطہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے جو سب کا مرکز[1] قرار پائے۔ ہزار در ہزار نسل، وطن، قوم اور رنگ کے تفرقوں کے باوجود دنیا منسلک ہوجاتی ہے۔ ایک نظام میں اس ایک ہستی کے اقرار سے جو سب کا خالق اور معبود ہے[2] اس میں احساس پیدا کیا جاتا ہے کہ انسان مطلق العنان نہیں ہے اگر سب ذاتی خواہشوں کے غلام ہوتے تو ہر ایک کی طبیعت اور خواہش کے اختلاف سے عمل اور مقصد میں اختلاف پیدا ہوسکتا تھا[3] مگر یہ سب ایک حاکم کے فرمانبردار ہیں، اس لئے ان کا آہنگ عمل اور مقصد ایک ہونا چاہئے۔ یہ حاکم کیسا ہے؟ حاضر و ناظر[4] ہے۔ ہر جگہ موجود ہے اور ہر بات کو جانتا[5]

ہے۔اس لئے انسان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ کوئی بات خلاف قانون نہ بجالائے۔کسی کام کو چوری چھپے کر کے مطمئن نہ ہوجائے کہ کسی نے نہیں دیکھا کیونکہ اس نے دیکھ لیا جس کے ہاتھ میں جزا اور سزا ہے۔[6] وہ ایک اکیلا ہے کوئی اس کا مثل و مقابل نہیں اس لئے بس اسی کی رضا مندی کی فکر رہنا چاہئے اور اسی کی ناراضگی سے اندیشہ کرنا چاہئے۔[7] اس کی طاقت ہر ایک سے غالب[8] ہے اس لئے ناحق کسی کی طاقت سے مرعوب نہ ہو وہ ہر بات پر قادر[9] ہے۔اس لئے کسی بات کو ناممکن نہ سمجھو، وہ ہر کمزوری کا آخری سہارا ہے۔اس لئے اپنی کمزوری سے کبھی ناامید نہ ہو۔[10]

اس عقیدہ سے ایک وسیع انسانی برادری کی تشکیل ہوتی ہے جن میں سے ہر فرد دوسرے کے ساتھ اتحاد و مساوات کا احساس رکھتی ہو اور سب ایک نصب العین پر گامزن ہوں۔ سب اپنی خواہشوں کو مشترک اصول اور مقصد میں فنا کر دیں اور سب اپنے واحد حاکم کی رضا مندی کے خلوت اور انجمن ہر حالت میں طلبگار ہیں اور کسی وقت قانون کے احترام کو ہاتھ سے نہ دیں۔اس جماعت کے افراد میں خودداری ہو کہ وہ کسی مادی طاقت کے سامنے سر نہ جھکائیں بلند حوصلگی ہو کہ کسی دشوار مقصد کو ناممکن نہ سمجھیں اور اعتماد ہو جس سے کبھی اپنے دل میں یاس کا گزر نہ ہونے دیں۔

دیکھئے تو یہی وہ عناصرِ ترقی ہیں جو بلند مرتبہ اقوام کے شایانِ شان ہیں۔

عدل

یہ دراصل توحید ہی کا ایک شعبہ ہے۔خدا کی بلند و برتر ذات کے افعال کو کیسا ہونا چاہئے؟ جیسے اس کی ذات کامل ویسے ہی اس کے افعال۔ان میں نقصان فساد خرابی اور برائی کا گزر نہیں ہوسکتا۔اس کا قانون جو اس کے تمام کاموں میں جاری ہے عدالت[11] ہے۔یعنی ہر کام اس کا حکمت اور مصلحت کے موافق ہے، کسی کی حق تلفی، کسی پر ظلم[12] اور کوئی کام عبث اور بیکار نہیں کرتا، اس کی عدالت ہی بندوں سے بھی انصاف اور عدالت کی طالب[13] ہے۔اس نے ہمیں ایک امانت دی ہے جس کا نام ہے اختیار، ہمیں اس اختیار کو قانون عدالت کے مطابق صرف کرنا چاہئے۔عدل کا مقابل ہے ظلم، ظالموں پر خدا نے لعنت[14] کی ہے اس لئے کہ وہ خدا کے قانون کو توڑنے والے ہیں۔[15]

اس عقیدہ سے اس برادری میں جو انسانیت کے حدود میں قائم کی گئی ہے تبادلۂ حقوق اور انصاف و مساوات کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں اس برادری کے افراد ایک دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔[16] کیونکہ یہ ظلم ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ایک کو دوسرے پر اس دنیا میں فوقیت جو نظر آتی ہے یہ بالکل وقتی اور عارضی ہے، خالق کی نگاہ میں سب یکساں ہیں اور وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرے گا۔گناہ اگر غریب کرے گا تو سزا ملے گی اور امیر کرے گا تو سزا پائے گا۔وہاں اس کی دولت اور تونگری کچھ کام نہ آئے گی۔نہ یہ رشوت دے کر اپنے بچاؤ کا سامان نکال سکے گا اور اچھا کام اگر امیر کرے گا تو انعام پائے گا اور غریب کرے گا تو انعام پائے گا۔اس کی غربت اس کی کس مپرسی کا باعث نہ ہوگی۔اس طرح ہر شخص کو اپنے فرائض کا احساس پیدا ہوتا ہے اور اپنے اعمال کی جانچ کی ضرورت پڑتی ہے۔افراط اور تفریط۔اسراف اور کنجوسی سب ظلم ہیں اور ہر چیزیں وسط کا نقطہ عدالت کا مرکز ہے۔انسانی کمالات کی دنیا اسی اعتدال کے نقطہ پر بستی ہے۔

خدا کو عادل سمجھنا اس اعتدال کی پابندی کا واحد محرّک

ہے اور اسی لئے جو اس اعتدال پر قائم رہیں انہیں عادل کہا جاتا ہے اور سچّے مسلمان وہی ہیں جو عدالت کی صفت سے ممتاز ہوں (۱۷)

نبوّت

یہ تیسرا اصول ہے۔ حاکم مطلق یعنی خدائے واحد کے احکام وقوانین کا رعایا تک پہنچانے والا اس کے فرمانوں کا اجراء کرنے والا اس کے پیغام کا پہنچانے والا رسول ہوتا ہے جو اپنے اخلاق اور سیرت میں ایک معیار اور اعلیٰ مثال ہوتا ہے۔ (۱۸) سب پر اس کی اطاعت لازم ہے کیونکہ وہ عام خلائق میں خدائے احکم الحاکمین کا نمایندہ ہوتا ہے اس کے احکام خدا کے احکام ہوتے ہیں۔ (۱۹) کسی کو اس کے مقابلہ میں رائے زنی عقل آرائی اور طبع آزمائی کا حق نہیں ہے نہ اس کے فیصلے کے بعد کسی کو چون وچرا کا موقع۔ (۲۰)

طرفدار، جاہ طلبی، خودغرضی، انانیت، جبروت اور نفسانیت سے پیدا شدہ کشمکش جو جماعت کے افتراق کا باعث ہوتی ہے محو ہوجانا چاہئے اس اختیار واقتدار کے نیچے جو رسولؐ کو حاصل ہے اور اسی خودمختارانہ اقتدار میں جماعت کی تنظیم وترتیب اور نظم واجتماع کا راز مضمر ہے۔

امامت

رسولؐ کی زندگی دنیا میں محدود ہے، ان کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد اگر عام رعایا کو ان کی رائے، خواہش اور مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو پھر وہی مطلق العنانی، خودغرضی برسر کار آجائے گی اور جذبات کی حکومت ہو جائے گی جس کا نتیجہ سوائے افتراق وانتشار اور ابتری کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ جو نظم وشیرزاہ رسول کی خودمختار آمریت سے قائم ہوا تھا۔ وہ پریشان ہوجائے گا۔ اگر ان کے بعد افراد اور جماعتوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے اوران کے لئے کوئی واحد مرکز مقرر نہ کیا جائے۔

عقیدۂ امامت اس اجتماعی انتشار کا سد باب ہے وہ یہ تسلیم کراتا ہے کہ نبی کے بعد بھی خداوندی قانون پر دنیا کو چلانے کے لئے مرکز موجود ہے۔ وہ مرکز ایک ایسا شخص ہے جو خود قانون پر عمل کا بہترین نمونہ ہے اور قانون کے جزئیات پر پورے طور سے مطلع تاکہ اس کی پیروی کرکے لوگ صحیح اصول سے ہٹنے نہ پائیں۔ جماعت کا انتظام اور شیرازہ بندی ایسی ہستی کے وجود پر موقوف ہے اس کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت کی طرح ضروری ہے (۲۱) کیونکہ جس طرح رسولِ خدا کا نمائندہ تھا۔ اس طرح یہ اس رسولؐ کا جانشین ہے وہی تمام امتِ اسلامیہ کے لئے مرکز بن سکتا ہے اور اگر کسی وقت میں جیسا کہ آج کل ہے اس تک دسترس نہ ہو تو وہی اشخاص جو رسولؐ اور ائمہ کے تعلیمات کے حامل ہوں مرکز امت قرار پاسکتے ہیں ان کے ہدایات پر عمل کرنا جو کتاب وسنّت کے ماتحت ہوں تمام مسلمانوں کا فرض ہوگا اور جو نظام ان تعلیمات پر مبنی ہو وہی اسلامی نظام سمجھا جاسکے گا۔ اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام نے خلق کے لئے ایک مرکز کی ضرورت تسلیم کی ہے مگر یہ مرکز مادی حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ روحانی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مرکز میں اصلی حکومت خدا کی ہے۔ (۲۲) اور اس کی نمائندگی میں رسولؐ اور اس کے جانشین یا اُن کے تعلیمات کے حامل افراد دنیا کے لئے مرکزِ اتّباع ہیں۔ یہ وہ نظام ہے جس کا اصلی دارالسلطنت دل ہے اور دلوں پر حکومت کرکے افعال واعمال کو پابند بنایا جاتا ہے۔ اسلام میں سلطنت خدا کی ہے۔ دنیوی بادشاہت کوئی چیز نہیں ہے۔

بادشاہ کی اطاعت اپنی حفاظات جان ومال کے لئے ایک مجبورانہ فعل ہے (۲۳) جو امن وامان قائم رکھنے کے لئے

وقتی حیثیت سے ضروری ہے مگر اسے کوئی مستقل حیثیت اور حقانیت کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

اسلام کسی شہنشاہیت کی بنیاد قائم نہیں کرتا بلکہ انسانیت کا نظام بناتا ہے اور ایک قوم کی تشکیل کرتا ہے جو انسانیت کا صحیح نمونہ ہو اور اس نظام انسانیت کے لئے ایک محافظ قرار دیتا ہے جو ان تمام انسانوں کا واحد مرکز ہو یہ اپنے زمانہ میں رسولؐ ہے اور رسولؐ کے بعد اس کے نامزد کردہ جانشین یعنی امام اور اگر امام براہِ راست رہنمائی سے مجبور ہوں تو ایسے افراد جو ان کی تعلیمات پر زیادہ سے زیادہ مطّلع اور عامل ہوں۔

معاد

خدائے واحد کے مقرّر کردہ نظام کی پابندی، اس کے نمائندہ خصوصی یعنی رسولؐ کے پیغام کی قبولیت اور ان کے جانشینوں کے احکام کی اطاعت کے لئے جزا وسزا کا نفاذ ضروری ہے۔ یہ خدا کی عدالت کا لازمی تقاضا ہے۔ (۲۴) اور اسی سے طاعت گزار اور نافرمان اشخاص میں امتیاز قائم ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اصول دین ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ جن میں سے ایک کڑی بھی نکال دی جائے تو نظام برہم ہوجائے گا اور تمام اصول کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی حکومت کے آگے سرِ تسلیم خم کیا جائے۔

اس کے مقابلہ میں کسی کی اطاعت نہ کی جائے اس کے قانون کی پابندی ہو اور اس قانون کے جاری کرنے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے اور اس کے قائم رکھنے والوں کی اطاعت کی جائے۔ اس قانون پر عمل کے لئے جزا اور اس قانون کو توڑنے کے لئے سزا مقرر ہے جس کا نام معاد ہے۔

فروعِ دین

قانونِ الٰہی کے تحت میں کچھ احکام جاری کئے گئے ہیں اور فرائض قرار دیئے گئے ہیں جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ ان کا نام فروعِ دین ہے ان پر عمل کرنا ایک سچّے مسلمان کی نشانی ہے اور بغیر ان پر عمل کئے اسلام کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

انفرادی تکمیل کے لئے: ۱۔نماز ۲۔روزہ

اجتماعی زندگی کی تکمیل کے لئے:

۳۔حج ۴۔زکوٰۃ ۵۔خمس ۶۔جہاد

۷۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر

نماز

حاکم اصل یعنی مرکز احدیت کے ساتھ ارتباط کا احساس پیدا کرنے والی اس کے دربار میں ہر روز حاضری کا تخیّل قائم کرنے والی اور اس کے ساتھ اپنے رشتۂ عبودیت کی برابر یاد دلانے والی ہے۔

اس کا اصل جوہر ہے اپنے گرد وپیش کی ہر چیز کو بھول کر اپنے خدا کی طرف خالص توجّہ کا حاصل کرنا۔ مادّی ماحول کو عبور کر کے مرکزِ حقیقت پر نگاہ کو قائم رکھنا۔ بار بار کی ریاضت سے اگر یہی چیز دماغ میں راسخ ہوگئی تو انسان اپنے تمام فرائض کا احساس رکھے گا اور کوئی ایک بھی اخلاقی یا اجتماعی جرم اس سے صادر نہیں ہوسکتا۔ (۲۵)

روزہ

ضبطِ نفس کی عملی مشق، خواہشوں سے مقابلہ کی ورزش اور جہادِ نفس کی تیاری کا میدان ہے۔ قانون کی خلاف ورزیاں تمام انسانی جذبات اور خواہشوں سے ہوتی ہیں۔ اگر جذبات پر قابو حاصل ہوجائے تو انسان فرائض کو نظر انداز نہ کرے، روزہ ان ہی جذبات کے مغلوب کرنے کا عملی ذریعہ ہے۔ اسی سے تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے (۲۶) جس کا دوسرا نام ہے

احساس فرائض۔ سب سے زیادہ کامل انسان وہی ہے جو سب سے زیادہ فرض شناس ہو۔ (۲۷)

حج

فرض کے احساس میں وطنی زندگی، راحت اور آرام اور اس کے ساتھ ساتھ مال کی قربانی کرنا ہے، مختلف ممالک کے قومی اور وطنی امتیازات کو بھلا کر سب کے ایک نقطہ پر مجتمع ہونے کا مظاہرہ ہے (۲۸) اور یہ بتلانا ہے کہ مشترک مقصد کے حاصل کرنے میں آپس کے نسلی اور وطنی امتیازات سدِّ راہ نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی وسیع برادری میں میل جول پیدا کر کے ان کو اجتماعی زندگی کے فوائد سے روشناس بنانا ہے اور ان کو ایک جگہ جمع کر کے جماعتی مفاد کے تدابیر سوچنے اور تبادلۂ خیالات کرنے کا موقع دینا ہے۔

زکوٰۃ و خمس

دولتمند طبقہ میں ایثار و ہمدردی کا احساس پیدا کرنا اسلامی جماعت کے محتاج افراد کی احتیاج کو دور کر کے جماعت کو مضبوط بنانا اور مخصوص سرمایہ سے مشترک مقاصد کے حصول کا سامان مہیّا کرنا۔

جہاد

انفرادی زندگی کو اجتماعی زندگی کے مفاد پر قربان کر دینا اور بیرونی خطرات سے جماعت کو محفوظ رکھنا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

خداوندی حکومت کا رضا کارانہ فرض خلق خدا کی بہبودی اور مفاد عامہ کی حفاظت اور قانونِ خداوندی کے احترام کو قائم رکھنے میں ہر مسلمان کو ایک سپاہی کی حیثیت سے حصّہ لینا اور ہمدردی کے ساتھ ہر غلط راستہ چلنے والے کو ٹھیک راستے پر لانے کی کوشش کرنا۔ (۲۹)

غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ فروع دین بھی ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں جن کا مقصد ہے عادل مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت کا قائم کرنا جو فرائض کا احساس رکھنے کے ساتھ بیرونی خطرات سے محفوظ ہوں اور جن میں کا ہر فرد محتاجی سے آزاد ہو کر پوری توجہ سے مفاد عام میں کوشاں ہو اور شخصی مفاد کو اجتماعی مصلحت پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔

اصول و فروع کا مجموعی خلاصہ

اب آپ ایک نظر سے اگر اصول اور فروع دونوں کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اسلام کا مقصد ہے ایک ایسی قوم کا پیدا کرنا جو خدا کی بادشاہت کو تسلیم کرے۔ اس کے مقرر کردہ حاکم (رسولؐ) اور اس کے نائبین (اولوالامر یعنی آئمہ معصومینؑ) کے احکام پر وفاداری کے ساتھ عمل کرے۔ تشتت وافتراق اور باہمی اختلافات سے بچتے ہوئے سب اسی ایک رشتہ میں منسلک ہوں۔ فرائض کا احساس رکھیں۔ کسی دنیاوی طاقت سے مرعوب نہ ہوں نہ کسی لالچ کے فریب میں مبتلا ہوں۔

اپنے مالک کی طاقت پر بھروسا رکھیں۔ کبھی ہمّت نہ ہاریں نہ کبھی ناامید ہوں۔ آپس میں اتحاد و مساوات کا خیال کریں قانون عدالت کے پابند رہیں۔ باہمی حقوق کا لحاظ رکھیں اور اپنے تمام افعال میں افراط و تفریط سے بچتے ہوئے نقطۂ اعتدال پر قائم رہنے کی کوشش کریں، خداؤ رسولؐ کے احکام کے سامنے اپنے اختیارات خصوصی اور حقوق امتیازی کا دعویٰ نہ کریں۔ اپنی مرضی کو قانون کے ماتحت رکھیں، اور احکام رسولؐ کا تابع قرار دیں، اپنے مرکز سے کبھی منحرف نہ ہوں اور خودسری وسرکشی کے مرتکب نہ ہوں، دنیا کی وقتی کامیابی و ناکامی کے آگے ایک آخری انجام کا یقین رکھیں اور اپنے اعمال و فرائض میں آخرت کو ہمیشہ مدِ نظر رکھیں۔ قانون کی پابندی کو

فرض سمجھیں اور اپنی ذاتی خواہشوں اور نفسانی تقاضوں کو اپنے قابو میں رکھیں۔ اچھے افعال کے پابند ہوں اور برے افعال سے کنارہ کشی کریں، فرائض کی بجا آوری میں جسمانی مشقت اور مالی قربانی کو برداشت کر سکیں اور ضرورت ہو تو جان تک دینا گوارا کرلیں۔ آپس میں اجتماعی رشتہ کو مضبوط و مستحکم رکھیں اور کمزور افراد کو اپنے سرمایہ اور طاقت سے فائدہ پہنچا کر مشترک مقصد کو قوت پہنچائیں۔

یہ جماعت اپنی فرض شناسی، ایثار اور تنظیم کی وجہ سے ایسی طاقتور ہو کہ بیرونی حملوں کا خطرہ نہ پیدا ہو اور ان میں سے ہر فرد بلا کسی خارجی رکاوٹ کے اپنی داخلی اصلاح اور قومی تربیّت اور ناواقف افراد کی رہنمائی اور ناقص اجزاء کی تکمیل میں ہمہ تن سرگرم ہو۔

یہ ہوں گے حقیقی مسلمان اور جس دنیا میں ایسے آدمی بس جائیں وہ ہوگا واقعی ''دارالاسلام''

کیا رسولؐ کے بعد ظاہری مسلمانوں نے کبھی اس پر غور کیا اور ہوس ملک گیری کے پیچھے اس طرح کی جماعت کی تشکیل کی بھی کوشش ہوئی؟

اسی کا نتیجہ تھا کہ ''وَ انتم الاعلون'' کا وعدہ ختم ہوگیا اور ''مسلمان'' دنیا میں محکوم ہوگئے۔

کاش اب بھی آنکھیں کھلیں اور سمجھیں کہ ہماری تمام ترقیاں ''مسلمان'' بننے میں مضمر ہیں۔

مردم شماری میں اضافہ سے کوئی حاصل نہ ہوگا جب تک مسلمانوں میں ''حقیقتِ اسلام'' کا جوہر پیدا نہ ہوگا اور ہماری مثالی ترقی مفلوج ہوجائے گی جبکہ اس میں وہ مسلمان نہ ہوں گے جو اپنے اوصاف سے دنیا بھر کو فتح کر سکتے ہوں۔

حواشی

(۱) اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَاحِدٌ۔
(۲) مَا خَلَقَکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَاحِدَۃٍ۔
(۳) لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَھْوَاءھُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔
(۴) عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ۔
(۵) اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم۔
(۶) یَسْتَخْلِفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰہِ وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَالَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا۔
(۷) تَخْشَوْنَ النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْن۔
(۸) ھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ۔
(۹) اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔
(۱۰) لا تئسوا مِنْ رَوْحِ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یَیْئَس مِنْ رَوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمَ الْکَافِرُوْن۔
(۱۱) تَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقاً وَعَدْلاً لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِہٖ۔
(۱۲) اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ۔
(۱۳) اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَان۔
(۱۴) اَلَّا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ۔
(۱۵) وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الظَّالِمُوْنَ۔
(۱۶) لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَکُوْنُوْا خَیْراً مِنْھُمْ۔
(۱۷) وَکَذَالِکَ جَعَلْنَاکُمْ اُمَّۃً وَّسَطاً لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ۔
(۱۸) قَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔
(۱۹) مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔
(۲۰) وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْراً اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ۔
(۲۱) اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔
(۲۲) اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ۔
(۲۳) اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ۔
(۲۴) وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔
(۲۵) اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرْ۔
(۲۶) کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔
(۲۷) اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔
(۲۸) جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ۔
(۲۹) وَلْتَکُنْ مِنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

۞۞۞